سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۲۷۴

شہید کربلا کی خاندانی خصوصیات

اور

فداکارانہ روایات

از

سرکار سید العلماء الحاج مولانا السید علی نقی النقوی دام ظلہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۸۰ نئے پیسے

تعارف

سرکار سید العلماء مدظلہ کا یہ مقالہ ابتداءً رسالہ الواعظ لکھنؤ کے محرم نمبر ۱۹۴۱ء میں شایع ہوا تھا، اس کے بعد موقر جریدہ پیام اسلام لکھنؤ کے محرم نمبر ۱۹۵۷ء میں اس کی اشاعت ہوئی، اور اب ہم اس کو اپنے حسینی لٹریچر میں شامل کرکے بصورت رسالہ شایع کر رہے ہیں۔

یقین ہے کہ اس رسالہ کی بھی کثیر سے کثیر تعداد افراد دینی زمانہ عزا میں تقسیم فرما کر رضائے الٰہی کا شرف حاصل کریں گے۔

الداعی الی الخیر

سیّد ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ

محرم سنہ ۱۳۸۳ھ

شہید کربلاؑ کے خاندانی خصوصیات

اور فداکارانہ روایات

یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے حضرت ابراہیم خلیلؑ سے یہ بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب انکو تسلیم کرتے ہیں اسلئے حضرت سید الشہداءؑ کے نسبی خصوصیات کو آپ کے تعارف کیلئے یہیں سے شروع کرنا مناسب ہے، اور پھر واقعات قربانی کا سلسلہ بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کی ذات کو اسلام کا مورث اعلیٰ بھی سمجھنا چاہئے کیونکہ آپ ہی نے اُس جماعت کا جو راہِ حق میں اُنکے پیچھے آئے سب سے پہلے "مسلم" نام رکھا۔ قرآن مجید میں اسکی تصریح موجود ہے ھو سماکم المسلمین من قبل اور انکی دعا بھی بارگاہ الٰہی میں اندنوں ہے ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے اسحاقؑ اور اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ سلسلۂ انبیاءِ بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ ہیں اور اسمٰعیلؑ ہمارے رسول محمد مصطفےٰؐ کے دادا ہیں یہیں سے ہمارے رسولؐ کا خاندان شرافت دوسرے سلسلہ سے الگ ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ کچھ خاص ونجی اسباب کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو شیرخوارگی کے عالم میں اُن کی ماں ہاجرہ کے ساتھ مکہ کی سرزمین پر پہونچا دیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں خانہ کعبہ ہے اس خانہ کعبہ کی تعمیر ان ہی باپ بیٹے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے کی۔

خانہ کعبہ بن کر تیار ہوا اور تمام اطراف ملک کے لوگوں کا نقطۂ اجتماع بن گیا۔ یہاں مرکزیت شروع ہوئی آل ابراہیمؑ کی یہی خانہ کعبہ کے بانی، یہی خانہ کعبہ کے محافظ اور کعبہ کیا؟ تمام قبائل عرب کا مرکز۔

قدرت نے ان باپ بیٹے کا امتحان لینا چاہا۔ باپ مامور ہو گیا کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ یہی وہ ہے جس کی یادگار عید قرباں میں آج تک قائم کی جاتی ہے۔

گویا اس سلسلہ شرافت کا آغاز ہی نفس کی قربانی سے ہوا، آگے بڑھے سلسلہ پہونچا نضر بن کنانہ تک، انکی اولاد قریش کہلائی جسطرح تمام دنیا میں آل ابراہیم کو خاص امتیازات حاصل ہوئے۔ آل ابراہیم میں اولاد اسمٰعیل خاص خصوصیات کی حامل ہوئی اب اولاد اسمٰعیل میں قبیلہ قریش کو امتیازی خصوصیات حاصل ہوئے خانہ کعبہ کی ذمہ داری اُس کی حفاظت سقایت اور تولیت سب قریش سے مخصوص تھیں، تمام عرب انکی عزت کرتے تھے۔

قریش میں ہاشم پیدا ہوئے جو تمام خصوصیات کے حامل بنے یہاں سے بنی امیہ کی شاخ الگ تھی اُنکے مورث اعلیٰ نے ہاشم سے منازعت کی مگر شکست کھائی نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کے حقوق تولیت سقایت اور تمام انتظامات ہاشم کے پاس رہے اور بنی اُمیہ اس سے محروم ہو گئے۔

اس طرح آل ہاشم کا امتیاز آل اُمیہ کے مقابلہ میں تسلیم ہو گیا۔

ہاشم کے فرزند عبدالمطلب بڑی بلند شخصیت رکھتے تھے سید البطحاء ان کا خطاب ہوا اور یہی لقب ہے جو اُن کی اولاد میں رہ گیا جس سے آج تک آل رسولؐ سادات کہلاتے ہیں ان کا اعتماد توکل اور خدا پر بھروسہ اُسوقت پورے طور پر ظاہر ہوا جب ابرہہ نے یمن سے آکر کعبہ پر حملہ کیا یہ اصحاب فیل کا مشہور واقعہ ہے اسوقت عبدالمطلب بارگاہ الٰہی میں دست دعا بلند کئے ہوئے تھے نتیجہ معلوم ہے کہ خدائی لشکر نے اصحاب فیل کو برباد کر دیا۔ یہ تھے عبدالمطلب جو محافظ حرم بھی تھے اور حافظ حرم بھی ثابت ہوئے۔ عبدالمطلب کے کئی بیٹے تھے جن میں سے دو عبداللہ اور ابو طالب تھے، عبداللہ نے اسمٰعیل کا درجہ حاصل کر کے ذبیح کا لقب لیا یعنی ان کو بھی عبدالمطلب نے رضائے الٰہی کے لئے قربانی کے محل پر پیش کیا تھا اور وہ بھی فدیہ پا کر ذبح سے محفوظ ہوئے۔

نگران کا انتقال باپ کے سامنے ہوگیا اسلئے عبدالمطلب کے تمام اختیارات ابوطالب کو حاصل ہوے۔ ابوطالب شیخ البطحا اور سردار قریش مشہور ہوے۔ دیکھئے وہ خصوصیات جو بکھرے ہوے تھے کس طرح سمٹے آتے ہیں ایک نقطہ پر ابوطالب حامل ہوے تمام مواریث انبیاء تمام امانتوں کے جو ابراہیمؑ کی چھوڑی ہوئی تھیں جو اسمٰعیلؑ کی متروکہ تھیں اور سب سے بڑی امانت وہ رسولؐ کی ذات تھی اور اس طرح جتنی امانتیں رسولؐ کی ذات سے متعلق سمجھی جاسکتی ہیں اُن سب کی حفاظت قدرت کی جانب سے ابوطالب سے متعلق ہوئیں تاریخیں بتلاتی ہیں کہ ابوطالب نے کس شان سے امانت داری کے فرض کو انجام دیا۔

اب آپ دیکھیں کہ یہ زمین شرف کس آسمان پر پہونچتی ہے آل ابراہیمؑ، آل اسمٰعیلؑ، نسل قریش، آل ہاشم کی جتنی عزتیں تھیں وہ ایک مرکز پر طواف کررہی ہیں۔ ابوطالب نے حضرت محمد مصطفٰےؐ کی پرورش میں جان کو جان نہ سمجھا۔ انھوں نے اپنی اولاد کو رسولؐ پر جاں نثاری کی مشق کرائی۔

اُس وقت جب یہ لوگ شعب ابوطالب میں محصور تھے تو اس خیال سے کہ کہیں دشمن شب کو اچانک حملہ کرکے حضرت محمد مصطفٰےؐ کو قتل نہ کردے ابوطالب آپ کو ایک بستر پر رہنے نہ دیتے تھے بلکہ اپنی اولاد کو باری باری آپ کے بستر پر لٹاتے تھے اور آپ کو اُن کے بستر پر منتقل کردیتے تھے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ محمدؐ کے بدلے جو بھی میرا فرزند قتل ہوجاے۔ کوئی پرواہ نہیں مگر رسولؐ کی جان بچ جاے، اس ذوق قربانی کو بھی یاد رکھئے گا۔ یہ بھی کس کی خاطر ہے چاہے کہئے محمدؐ کی خاطر اور چاہے کہئے اسلام کی خاطر۔

ابوطالب کی آغوش میں حضرت محمد مصطفٰےؐ کی جب تربیت ہورہی تھی۔ ابھی

آپ کی عمر نوجوانی ہی کی منزل میں تھی کہ آپ کی سچائی اور امانت داری کو تمام عربوں نے تسلیم کر لیا اور آپ کو صادق اور امین کا لقب دیا۔ یہاں تک کہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوانا شروع کیں، اس کے علاوہ اہم معاملات میں آپ کے تصفیہ کو قابل قبول سمجھا۔ خانہ کعبہ کی مرمت کے موقع پر حجر اسود کے رکھے جانے کا قصہ مشہور ہے۔

محمد مصطفےٰ کی عمر ۳۰ برس کی تھی اُس وقت ابو طالب کے یہاں وہ فرزند پیدا ہوا جس کا نام تھا علیؑ۔ ابھی علیؑ چار یا پانچ برس کے ہوں گے کہ مکہ میں قحط پڑا اور ابو طالب اقتصادی تکالیف میں مبتلا ہو گئے آپ کے بار کو کم کرنے کے لئے محمد مصطفےٰ نے علیؑ کی پرورش اپنے متعلق کر لی اب علیؑ محمدؐ کے آغوش تربیت میں تھے وہ دس برس کے تھے جب حضرت محمد مصطفےٰ اُس پیغام کے پہونچانے پر مامور ہوئے جس کا نام ہے اسلام۔ یہ پوچھنا صورت واقعہ کے لحاظ سے اصول فطرت کے خلاف ہے کہ علیؑ نے اس پیغام کو کب قبول کیا؟ وہ تو رسولؐ کے ہر وقت ساتھ تھے اور آپ ہی کی تربیت میں تھے اس لئے ہر ہر وقت جو رسولؐ کا راستہ تھا وہ علیؑ کا تھا۔

عمر کے لحاظ سے ابھی علیؑ بچہ ہی تھے اور تربیت سے بے نیاز نہیں تھے اس لئے مجھے کہنے دیجیے کہ رسولؐ کی آغوش میں دو چیزیں پرورش پا رہی تھیں ایک اسلام اور دوسرے علیؑ۔ علیؑ اور اسلام میں وہی وابستگی تھی جو ایک آغوش میں رہنے والے دو بچوں میں آپس میں ہوتی ہے۔

رسولؐ کو اپنے پیغام کی اشاعت میں بڑی تکلیفیں دی گئیں۔ کوڑا کرکٹ سر پر پھینکا گیا۔ پتھروں سے جسم مجروح کیا گیا، اس سب کو آپ نے گوارا کیا، کلمے کے لئے اسلام کی خاطر۔ آخر میں سب آپ کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور ایکا ہو گیا کہ رات کے

وقت آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔

رسولؐ نے طے کر لیا کہ وہ اپنے مقاصد کی حفاظت کے لیے مکہ معظمہ کی سرزمین کو چھوڑ دیں اور مخفی طور سے رات کے وقت نکل کر مدینہ چلے جائیں، اسی کا نام ہے ہجرت۔

اس موقع پر آپ نے اپنے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ کو مقرر کیا کہ وہ آپ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو رہیں۔ علیؑ بستر رسولؐ پر سو رہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ کھینچی ہوئی تلواریں دشمنوں کی اردگرد موجود تھیں۔ سب قتل ہی کے ارادہ سے آئے تھے۔ یہ تو اتفاق کی بات ہے اور قدرت کا انتظام ہے کہ علیؑ کی جان بچ گئی ورنہ سامان قتل کا مکمل تھا، اور علیؑ اپنی جان دے چکے تھے یہ کس کی خاطر ہوا؟ صرف اسلام کی خاطر؟

رسولؐ کی ایک بیٹی تھیں۔ فاطمہ زہراؑ جنھیں آپ بہت عزیز رکھتے تھے ہجرت کے دوسرے سال آپ نے اپنی اس بیٹی کا عقد علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ کر دیا۔

اب آپ جانتے ہیں فاطمہؑ کون ہیں؟ دختر داعی اسلامؐ، دختر پیغمبر اسلام اور علیؑ کون ہیں؟ محافظ اسلام مجاہد اسلام بلکہ فدیۂ اسلام۔ ان ہی دونوں علیؑ اور فاطمہؑ کے فرزند تھے حسینؑ۔ اب کیا حسینؑ بھلا سکتے تھے اپنے خاندانی خصوصیات اور قدیم روایات کو؟

حسینؑ نے دیکھا نہیں مگر کانوں سے تو سنتے رہے، کہ ہمارے مورث اعلیٰ ابراہیم خدا کی رضا کے لئے بیٹے کے ذبح پر تیار ہو گئے، ہمارے پردادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو قربانگاہ عبودیت میں پیش کیا حسینؑ نے سنا کہ پیغمبر اسلام کے سینہ سپر رہے میرے دادا ابوطالب پھر اسی اسلام کیلئے پتھر کھائے میرے نانا رسول اللہؐ نے حسینؑ نے

سُنا کہ جب اسلام کی حفاظت کا مسئلہ پیش تھا تو تلواروں کے حصار میں بستر پر کون لیٹا تھا؟ میرے باپ علی بن ابی طالبؑ، پھر ہر سخت موقع پر اسلام کے لئے جہاد کس نے کیا؟ علی بن ابی طالبؑ نے۔ کیا ان تمام واقعات اور قدیم روایات کے ہوتے ہوئے حسینؑ یہ نہ سوچتے کہ اب اسلام پر وقت پڑا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

بچے جب اپنے بزرگوں کے حالات سُنتے ہیں، تو ان میں بچپن ہی سے ولولہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں۔ حسینؑ بچپن سے ولولہ رکھتے تھے۔ منتظر تھے اور مشتاق تھے کہ اسلام کی خدمت کا کوئی موقع آئے تو میں بھی اُسے کر کے دکھاؤں۔ آیا وقت اور سنہ ۶۱ھ میں حسینؑ کو اس اسلام کی خاطر وہ سب کچھ نذر کر دینا پڑا، جو ان کے پاس سرمایہ تھا۔

انھوں نے اتنی بڑی قربانی پیش کر دی جس کی نظیر نہ اُس کے پہلے نظر آتی ہے نہ اُس کے بعد۔ آج جبکہ اس واقعہ کو تیرہ سو سال پورے ہوئے ہیں وہ اُسی طرح ندرت اور عظمت رکھتا ہی جس طرح اپنے وقوع کے موقع پر رکھتا تھا۔ اور اسی لئے آجتک دنیا اُسے یاد رکھتی ہے اور اسوقت تیار ہو رہی ہے کہ اُسکی سیزدہ صد سالہ یادگار بڑے وسیع پیمانہ پر قائم کی جائے۔

آج جبکہ اسلام کو بڑی ضرورت قربانی کی ہے اس یادگار کا قائم کرنا مسلمانوں کے لئے حیات بخش ہے، دیکھنا ہے مسلمان اپنے اس فرض کو کس طرح انجام دیتے ہیں۔

پبلشر

مرزا حمید حسین اسسٹنٹ سکریٹری، امامیہ مشن، نخاس، لکھنؤ